# دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی

## (تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد عبداللہ *

دنیا میں اس وقت متعدد مذاہب و افکار موجود ہیں۔ ماہرین علوم نے ان مذاہب کی تقسیم مختلف بنیادوں پر کی ہے۔ سامی اور غیر سامی، ایشیائی اور غیر ایشیائی۔ تاہم دنیا کے چھ بڑے مذاہب کی ایک تقسیم تبلیغ و دعوت کی بنیاد پر بھی ہے۔ بدھ مت، مسیحیت اور اسلام تبلیغی مذہب قرار پاتے ہیں جبکہ ہندومت، یہودیت اور زرتشت کا شمار غیر تبلیغی مذاہب میں ہوتا ہے۔

پروفیسر آرنلڈ (T.W.Arnold) نے معروف ماہر عمرانیات میکس مولر (Max Mullar) کے حوالہ سے تبلیغی مذہب کی یوں تعریف کی ہے:

> ''تبلیغی مذہب وہ ہے جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا، بانی مذہب یا اس کے قریب العہد جانشینوں نے ایک مقدس مذہبی فریضہ قرار دیا ہو۔ یہ ایمان والوں کے دلوں میں سچائی کا وہ جوش ہے جو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تاوقتیکہ وہ ان کے عقیدے سے، قول و فعل سے اپنے تئیں ظاہر نہیں کر دیتا اور ان کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک وہ اپنا پیغام ہر فرد بشر تک نہ پہنچا دیں اور تمام بنی نوع انسان اس چیز کو تسلیم نہ کر لے جسے وہ برحق یقین کرتے ہیں'' (۱)

جس پہلو کی طرف پروفیسر موصوف نے اشارہ کیا ہے اسلام کا تبلیغی مذہب ہونا مسلم امر ہے اور تبلیغ کی یہ صفت بعد کے دور کی پیدا کردہ نہیں ہے جیسا کہ بعض مذاہب کا خاصہ ہے (۲)۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا واضح اور صریحاً حکم روزِ اول ہی سے دے دیا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَأَنذِرْ O وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ (۳)

''اے چادر پوش اٹھو اور ہوشیار و آگاہ کرو اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔''

نیز آپ کا پیغمبرانہ منصب یہی تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۴)

''اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے! آپ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اترا ہے اس کو پہنچاؤ۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ ﷺ کو اللہ لوگوں سے بچائے گا۔''

مبلغ کے دل میں جو جذبہ اور تڑپ ہوتی ہے جو ہر لحہ داعی کو بے قرار رکھتی ہے، جسے پروفیسر موصوف نے ''سچائی کا وہ جوش جو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا، قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے رسول اکرم ﷺ کی اس کیفیت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ أَلَّا یَکُونُوا مُؤۡمِنِینَ﴾(۵)

''(اے پیغمبر) شاید تو اپنی جان کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔''

## دعوت وتبلیغ کا مفہوم ومترادفات:

اگر چہ دعوت وتبلیغ کا شمار اسلامی ادب کی ان اصطلاحات میں ہوتا ہے جو کسی گہرے غور وخوض کی متقاضی نہیں ہیں اور ان الفاظ کے سامنے آتے ہی مفہوم تقریباً متعین ہو جاتا ہے، تاہم پھر بھی مفہوم کی تعیین اور تحدید ضروری ہے نیز اس کے مترادفات پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے۔

### الف۔ دعوت:

دعوت کا سہ حرفی مادہ د-ع-و ہے۔ دعوۃ مصدر ہے اور جمع دعوات آتی ہے۔ لفظی معنی پکارنا اور بلانا کے ہیں النداء و الطلب، امام راغب لکھتے الدعا الی الشئی الحث علی قصدہٖ (۶) دعا کا مطلب کسی شے کو حاصل کرنے پر ابھارنا۔ دعوت کا اطلاق اذان پر بھی ہوتا ہے اور کھانے وغیرہ پر بلانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحاً دعوت سے مراد، وہ پیغام ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں کے توسط سے انسان کو دیا ہے کہ وہ دینِ حق (یعنی اسلام) کو پہنچانو اور اسے سچا مانیں۔ لَهُ دَعۡوَةُ الۡحَق حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد اسی دعوت کی تجدید تھی، یہی دعوۃ اسلام یا دعوۃ الرسول ہے(۷)۔ دعوت کا اسم الفاعل داعی اور اسم المفعول مدعو ہے۔

### ب۔ تبلیغ:

دعوت کے ہم معنی دوسرا لفظ تبلیغ ہے۔ ب۔ل۔غ۔ کے مادہ سے۔ لغوی معنی پہنچا دینا، باب تفعیل میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ انتہا تک پہنچانا۔ اسلام کے پیغام کو پورے اہتمام اور اکمال کے ساتھ نیز عمدہ اور دلنشیں انداز میں مخاطب تک پہنچا دینا۔ قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر یہ الفاظ انہی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

﴿یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغۡ مَا أُنزِلَ إِلَیۡکَ مِن رَّبِّکَ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُ﴾(۸)

اس سے اسم الفاعل مبلغ اور مصدر تبلیغ آتا ہے۔

اگر چہ دعوت وتبلیغ کی یہی دو معروف اصطلاحات ہیں جو اسلامی ادب میں بکثرت استعمال ہوئی ہیں۔ مگر ان

کے ہم معنی دیگر بھی چند الفاظ ہیں، مثلاً:

## تبشیر:

لفظی معنی خوش خبری اور بشارت کے ہیں۔ دعوت کے بالعموم دو پہلو ہوتے ہیں، ایک تبشیر اور دوسرا انذار۔ انبیاء کرام کی دعوت میں دونوں پہلو ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

﴿رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾(۹)

''اللہ نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ہوشیار کرنے والے بنا کر بھیجا تا کہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔''

## د۔ انذار:

لفظی معنی آگاہ کرنا، خبردار کرنا اور ہوشیار کرنا، بالعموم کسی خطرے یا انجام سے ڈرانا ہی انذار ہے، قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یہ لفظ آیا ہے۔

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (۱۰)

''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔''

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ Oقُمْ فَأَنذِرْ﴾ (۱۱)

''اے کمبل اوڑھنے والے! اٹھیے اور ڈرایئے۔''

اس سے اسم الفاعل نذیر اور منذِر بھی آتا ہے۔ نبی آخر الزماں کے اسماء گرامی میں مذکورہ بالا نام خوبصورت ترکیب میں اس آیت میں وارد ہوئے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراًOوَدَاعِياً إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيراً﴾(۱۲)

## ھ۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

دعوت وتبلیغ کے معنوں میں استعمال ہونے والی ایک اہم اصطلاح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ہے جو قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر وارد ہوئی ہے۔ معروف کا اطلاق ہر خیر اور بھلائی پر ہوا ہے اور منکر کا اطلاق ہر برائی اور شر پر ہوتا ہے۔ گویا خیر و بھلائی کا حکم دنیا اور شر و فساد سے روکنا بھی دعوت ہی کی ایک صورت ہے۔ دعوت و تبلیغ کے بالعموم دو پہلو ہوتے ہیں۔ معروف کو فروغ دینا اور منکر کا خاتمہ کرنا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلَـئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ (۱۳)

## و۔ تذکیر:

لفظی معنی نصیحت اور یاددھانی کے ہیں۔ یہ لفظ بھی دعوت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾(۱۴)

''اور نصیحت کرتے رہیے بے شک ایمان والوں کو نصیحت نفع دیتی ہے۔''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ایک اسم مبارک مذکر بھی آیا ہے۔

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ﴾(۱۵)

''پس آپ نصیحت کیجئے، بے شک آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔''

## ز۔ تواصی بالحق وتواصی بالصّبر:

تواصی بھی ایک جامع اصطلاح ہے۔ حق کو دوسروں تک پوری ہمدردی وتاکید کے ساتھ پہنچانا۔ ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''چونکہ مسلم معاشرہ خیر وبھلائی پر قائم ہے اس لیے ضروری ہے کہ یہ شعور ہمیشہ تازہ رہے اور اسے تازہ رکھنے کا سب سے اچھا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو حق اور صبر پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو ایک مختصر صورت میں بیان کیا ہے''(۱۶)

﴿وَالْعَصْرِ○إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ○إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾(۱۷)

## دعوت کے ارکان اربعہ:

تبلیغ دعوت کے ان قرآنی مفاہیم پر نظر ڈالنے کے بعد اگر ہم دعوت کے ارکان اربعہ کا بھی جائزہ لے لیں تو دعوت کا مفہوم اور زیر نظر موضوع میں اس کی تحدید از خود ہو جائے گی۔

الف۔ داعی　　　ب۔ مدعو

ج۔ اصول دعوت　　　د۔ دعوت

داعی یا مبلغ اسم الفاعل ہے، مدعو یا مخاطب اسم المفعول ہے، دعوت وہ نفس مضمون ہے جس سے داعی اور مدعو باہم تفاعل کرتے جبکہ اصول دعوت یا اسلوب دعوت تینوں ارکان کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔

## دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت:

دعوت وتبلیغ کسی فرد اور قوم کے لیے زندگی کی علامت ہے۔ تبلیغ کے بغیر انفرادی تشخص کا برقرار رہنا ناممکن ہے۔ تبلیغ کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرے میں یہ کسی قوم کے افراد کو اندرونی بگاڑ سے بچانے کا ذریعہ ہے اور دوسرے

دائرے میں عام انسانوں کو کسی خاص نظریئے اور نظام کا قائل کرنا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تحفظ ہے تو دوسرے لحاظ سے توسیع۔

تبلیغ کسی فرد اور قوم کا اندرونی داعیہ ہے جس کے تحت وہ دوسروں سے اپنی بات منوانے کی سعی کرتا ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حق وصداقت کی آواز کو عام کیا جائے اور فساد کو دور کیا جائے (۱۸)۔

## الف۔ نیابتِ رسولؐ:

اس امت کی سب سے اہم ذمہ داری نیابت رسول ﷺ ہے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے پیغمبرانہ کام کو جاری رکھنا اور رسالت کے فریضے کو سرانجام دینا مجموعی طور پر امت کی ذمہ داری ہے۔ پیغمبر کے فرائض میں تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت، تزکیہ نفس، اقامتِ دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور عمومی طور پر شریعتِ الٰہیہ کا نفاذ شامل ہے۔ اس لیے امتِ مسلمہ اس کارِ پیغمبری کی مکلّف ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا لازمی نتیجہ ہے کہ امت کارِ نبوت کو جاری رکھے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔ کوتاہی کرنے والے کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے (۱۹)۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ایک بعثتِ خاص دوسری بعثتِ عام۔ آپ کی بعثتِ خاص اہلِ عرب کی طرف تھی اور اہل عرب کے ساتھ اس خاص نسبت کی وجہ سے آپ کو نبی امّی یا نبی عربی کہا گیا اور آپ ﷺ وحی نازل ہوئی اس کی زبان بھی عربی ہوئی۔ اس بعثت کی ذمہ داریاں - یعنی تبلیغ اور اتمام حجت، آنحضرت ﷺ نے براہ راست انجام دیں۔

آپ کی بعثتِ عام تمام دنیا کی طرف ہے۔ اس بعثت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک امت عطا فرمائی اور اس امت کو یہ حکم دیا کہ رسول ﷺ نے جس دینِ حق کی تبلیغ تم پر کی ہے، اس کی تبلیغ اسی طرح تم دوسروں پر کرتے رہنا'' (۲۰)

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾ (۲۱)

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بیچ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والا بنے۔''

حضور اکرم ﷺ کے اپنے ارشادات میں دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بہت تاکید آئی ہے۔

**''عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان**

لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان"(۲۲)

''ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہوگا۔''

**"عن حذیفة عن النبی ﷺ قال: والذی نفسی بیدہٖ لتامرن بالمعروف و لتنهون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عقاباً منه ثم تدعونه فلا یستجاب لکم"(۲۳)**

''حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کی ضرور ہدایت کرنی ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اسے پکارو اور تمہیں پکار کا جواب نہ آئے گا''

ان آیات واحادیث سے تبلیغ کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ اس کی افادیت پر زور دیتے اور اسے ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ آپ نے تبلیغ کے دونوں دائروں کو ملحوظ رکھا۔ اپنی امت کے لیے لازم قرار دیا کہ وہ تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھیں اور شہادت توحید و رسالت دیتے رہیں۔ قرآن پاک نے تو تبلیغ کو اس امت کا مقصد قرار دیا۔ فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾(۲۴)

''تم بہترین امت ہو، تمہیں لوگوں کے لیے بنایا گیا، تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو۔''

ایک اور جگہ پر فرمایا:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾(۲۵)

''تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیں، معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو نیکی پھیلانے اور بھلی بات کو آگے پہنچانے کی تربیت دی۔ فرمایا:

"بلغوا عنی ولو اٰیة"(۲۶)

''مجھ سے (علم) آگے پہنچاؤ، خواہ ایک آیت۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ بار بار یہ ارشاد فرماتے: اللّٰھم ھل بلغت (۲۷) بعدازاں فرمایا، فلیبلغ الشاھدُ الغائبُ (۲۸) ''جو موجود ہے، اسے غیر موجود تک پہنچانا ہے۔''

## ب۔عالمی دنیا میں عالم گیر دعوت کی ضرورت:

آج کی دنیا پر ہم نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے فاصلے سمٹ رہے ہیں، ذرائع ابلاغ کے بڑھتے ہوئے اثرات نے پوری دنیا کو عالمی اکائی (Globalization) کی صورت دے دی ہے۔اس کے اثرات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔انسانوں کی کوئی بستی اور کوئی واقعہ یا خبر نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا۔ان حالات میں اسلام کے عالم گیر پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے، آگاہ کرنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔اس لیے بھی کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت پوری دنیا کے لیے ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۲۹)

''اور ہم نے تو تمہیں جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

## دعوتی حکمتِ عملی کے قرآنی اصول:

رسول اکرم ﷺ اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغی عمل کے بہترین اصول بھی دیے۔آنے والے تمام تبلیغی کارکنوں کے لیے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیتے رہیں گے۔قرآن پاک نے اختصار و جامعیت کے ساتھ یہ اصول بیان فرمائے۔

﴿ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (۳۰)

''اے پیغمبر ﷺ لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو اس کے راستے پر چلنے والے ہیں، ان سے بھی خوب واقف ہے۔''

مذکورہ آیت میں تین دعوتی اصول ذکر کیے گئے ہیں۔۱۔حکمت،۲۔موعظہ حسنہ،۳۔مجادلہ احسن۔

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے، عقل و حکمت، موعظہ حسنہ اور مناظرہ بطریق احسن۔ مسلمان متکلموں نے بیان کیا ہے کہ تبلیغ و دعوت کے یہ تینوں اصول وہی ہیں جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں۔یعنی ایک برہانیات، دوسرے خطابیات، تیسرے جدلیات، قرآن نے پہلے طریقے کو حکمت، دوسرے کو موعظت اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا ہے'' (۳۱)

مزید لکھتے ہیں کہ:

''جب ہم کسی کے سامنے کوئی بات پیش کر کے اس کے قبول کی دعوت دیتے ہیں تو عموماً تین طریقے برتتے ہیں۔یا

تو اس بات کے ثبوت اور تائید میں کچھ دل نشیں دلیلیں پیش کرتے ہیں یا اس کو مخلصانہ نصیحت کرتے ہیں اور موثر انداز سے اس کو نیکی و بد اور نشیب وفراز سے آگاہ کرتے ہیں یا یہ کرتے ہیں کہ اس کی دلیلوں کو مناسب طریقہ سے رد کرکے اس کی غلطی اس پر واضح کرتے ہیں۔ پہلے طریقہ کا نام حکمت، دوسرے کا نام موعظۃ حسنہ اور تیسرے کا نام جدال بطریق احسن ہے۔تبلیغ و دعوت کے یہی تین طریقے اسلام نے بتائے ہیں'' (۳۲)

قرآنی نقطہ نظر میں حکمت، تبلیغی طریقہ کار میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''حکمت کا مطلب یہ ہے کہ بیوقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر نیز موقع ومحل کو دیکھ کر بات کی جائے۔ ہر طرح کے لوگوں کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکا جائے۔جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے، اس کے مرض کی تشخیص کی جائے پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں سے اس کے مرض کی جڑ نکال سکتے ہوں'' (۳۳)

الغرض حکمت ایک جامع اصطلاح ہے اور اس کے تحت وہ تمام طرز ہائے عمل آجاتے ہیں جو مخاطب کو قبول حق پر آمادہ کریں۔

## دعوت وتبلیغ کی حکمت عملی - تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں:

حضورِ اکرم ﷺ نے تبلیغ کے تمام پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی ہے اور دعوت کے اسلوب کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کے دونوں دائروں (اصلاح وتوسیع) میں کام کی نوعیت و اہمیت کا تفصیلی جائزہ لیا اور احکام صادر فرمائے۔آپ نے اولین طور پر یہ کام کیا ہے کہ دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک سطح پر لا کھڑا کیا اور اللہ کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا۔آپ نے اپنی تبلیغ کے لیے قریش وغیر قریش، حجاز و یمن، عرب و عجم اور ہند و روم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشے میں صدائے الٰہی کو پہنچانا فرض قرار دیا۔البتہ عملی سہولت کے لیے ایک ترتیب ملحوظ رکھی (۳۴)۔

رسول اکرم ﷺ کی دعوتی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کی کامیابی کے لیے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ دعوت دینے والے کا ذاتی کردار اور دعوت کا اسلوب اور طریق کار۔ایک داعی جس دعوت کو پیش کررہا ہے اگر وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی سیرت وکردار سے اس کے پیغام اور دعوت کی عکاسی ہو اور پھر اس کا انداز و اسلوب بھی قابل فہم ہو جس سے حکمت اور عمدہ نصیحت کا اسلوب صاف جھلک رہا ہو تو داعی کی کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ دعوت بجائے خود کتنی ہی پرکشش کیوں نہ ہو، کسی معاشرے میں اس وقت جڑ پکڑتی ہے جب اسے نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے۔

ذیل میں دعوت وتبلیغ کی حکمت عملی کے اہم نکات کی توضیح تعلیمات نبویؐ اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

## الف۔ دعوت میں تدریج کو پیشِ نظر رکھنا:

حکمتِ تبلیغ کے ضمن میں ایک اہم حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور وہ ہے تدریج۔ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کسی نئی قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے احکام کا بوجھ یکبارگی اس کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ وہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں۔ پہلے توحید و رسالت کو پیش نظر چاہیے اس کے بعد عبادات کو، پھر عبادات میں بھی اہم، پھر اہم کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے (۳۵)۔

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا گیا تو رسول اکرم ﷺ نے دین کی دعوت اور احکام میں بڑی حکمت کے ساتھ تدریج کی طرف اشارہ کیا۔

"ان رسول اللہ ﷺ لما بعث معاذاً الی الیمن قال: انک تقدم علی قوم اھل کتاب فلیکن اول ما تدعوھم الیه عبادة الله فرض علیھم خمس صلوات فی یومھم ولیلتھم، فاذا فعلوا فاخبرھم ان الله فرض علیھم زکوة من اموالھم وتردّ علی فقرائھم فاذا اطاعوا بھا فخذ منھم وتوق کرائمِ اموال الناس" (۳۶)

رسول اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے معاذ تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو اہلِ کتاب ہیں لہذا تم سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بھی قبول کر لیں تو انہیں مطلع کرنا کہ اللہ نے ان پر اس کے مال کی زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائیگی اور ان ہی کے غربا میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس حکم کو بھی تسلیم کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور لوگوں کے بہترین مال لینے میں احتیاط سے کام لینا۔"

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"دین کے احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو طرح کے ہیں: ایک انفرادی احکام۔ دسرے اجتماعی احکام"

انفرادی احکام افراد کے لیے ہوتے ہیں اور ہر فرد کے لیے ہی اس کی انفرادی حیثیت میں ہی ان کی تعمیل ضروری ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، انفاق وغیرہ۔ اجتماعی احکام کا تعلق جماعت سے ہے جب جماعت وجود میں آجائے تو یہ اس کا فرض ہے کہ ان کی تعمیل کرے۔ مثلاً وہ احکام جو معاشرت و سیاست اور جہاد سے متعلق ہیں۔ پہلی قسم کے احکام کی تعلیم و دعوت میں افراد کے تحمل اور ان کی قوت برداشت کا لحاظ ہوتا ہے کہ احکام و قوانین ان پر بارش کی طرح برسا نہ دیئے جائیں کہ وہ گھبرا کے سب کچھ چھوڑ بیٹھیں دوسری قسم کے احکام میں جماعت کے تحمل کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس قابل ہے بھی کہ نہین کہ جو احکام اسے دیئے جا رہے ہیں ان کا بوجھ سہار سکے (۳۷)۔

اس حقیقت کی طرف حضرت عائشہؓ نے اشارہ فرمایا:

''انما نزل اول مانزل منه سورة من المفصل فیها ذکرُ الجنة والنار حتی اذا تاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شئی لاتشربوا الخمر لقالوا لاندعُ الخمرَ ابداً ولو نزل لاتزنوا لقالوا لاندع الزنا ابداً'' (۳۸)

''قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل ایک سورہ ہے جس میں دوزخ اور جنت کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آ گئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے اگر بالکل شروع ہی میں حکم آ جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔''

حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس حکمت پر دلالت کرتا ہے۔ مکی دور میں دعوت کی شروعات یعنی خفیہ دور، اعلانیہ دور، بیرون مکہ دعوت سبھی تدریج کے مراحل ہیں۔ دعوت کا دائرہ خواہ مسلمانوں کے اندر کا ہے یا غیر مسلموں کا اصولِ تدریج ایک فطری طریق کار ہے۔

## ب۔ دعوت میں عدم اکراہ:

دعوت وتبلیغ کی حکمت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ کسی شخص سے جبراً اپنی بات نہ منوائی جائے۔ سید سلیمان ندویؒ رقم طراز ہیں:

''یہ وہ حقیقت ہے جس کی صدا آج ہر درودیوار سے آتی ہے لیکن شاید لوگوں کو معلوم نہیں کہ دنیا میں اس حقیقت کا اعلان سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہوا اور ظاہر ہے کہ جو مذہب اپنی اشاعت کے لیے صرف دعوت تبلیغ کا راستہ رکھتا ہو، جس نے اس کے اصول بتائے ہوں، جس نے عقل وبصیرت اور فہم وتدبر کے ہر معاملہ میں لوگوں سے مطالبہ کیا ہو، ہر قدم پر عقلی استعداد اور مصلحت وحکمت کا اظہار کیا ہو وہ کیونکہ جبر واکراہ اور زور وزبردستی کے طریقہ کو اختیار کر سکتا تھا۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ مذہب کی جبری اشاعت کو ناپسند کیا بلکہ اسی کا فلسفہ بتایا کہ مذہب زبردستی کی چیز نہیں۔ اسلام میں مذہب کا اولین جز ایمان ہے۔ ایمان یقین کا نام ہے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی بزور پیدا نہیں کر سکتی بلکہ تیز سے تیز تلوار کی نوک بھی کسی لوحِ دل پر یقین کا کوئی حرف نقس نہیں کر سکتی'' (۳۹)

﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَّبَیَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَیِّ﴾ (۴۰)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔''

یہ وہ عظیم الشان حقیقت ہے جس کی تلقین انسانوں کو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ہوئی۔ آپ نے دعوت کے تمام مراحل میں پرامن تبلیغ کو اپنا مقصد بنائے رکھا۔ آپ کی پوری زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس

سے جبرواکراہ ثابت کیا جاسکے۔ قبولِ حق ایک اختیاری معاملہ ہے اور اسلام ان کے اس حق کو تسلیم نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (۴۱)

''آپ فرمادیں کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے تو جو چاہے قبول کرے اور جو چاہیے انکار کرے۔''

آنحضرت ﷺ کو جو قریش کے اعراض و مخالفت سے حد درجہ غمگین تھے تسلی دی گئی۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ (۴۲)

''پھر اگر وہ اسلام کی دعوت سے انکار کریں تو اے پیغمبر ہم نے تجھ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمہ صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ (۴۳)

''اے پیغمبر تو صرف نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔''

## ج۔ قدرِ مشترک کی دعوت:

یہ امر بھی دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی کا حصہ ہے کہ مخاطب کو ان امور کی دعوت دی جائے جو داعی اور مدعو میں اشتراک کے حامل ہیں۔ اس سے دو فائدہ حاصل ہوں گے ایک تو کسی حد تک ہم آہنگی کا احساس ہوتا ہے دوسرے خیر کے وہ امور جو پہلے سے موجود ہیں ان پر مزید اصلاح و توسیع کی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید نے اسے کلمہ سواء سے تعبیر کیا ہے چنانچہ اہل کتاب سے مکالمہ و دعوت میں اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (۴۴)

''کہہ دو: اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔ اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔''

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''عرب کے مشرکین اور اہل کتاب پر جس طرح آنحضرت ﷺ نے اتمام حجت فرمایا ہے اس کی تمام تفصیلات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس کو پڑھتے ہوئے کہیں گمان بھی نہیں گزرتا کہ ان سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کیا جارہا ہے جو ان کے لیے بالکل نادر اور انوکھی ہو اور ان کی تاریخ، ان کی روایات، ان کے معروف و منکر اور ان

کے عقائد واخلاق میں اس کی اصل موجود نہ ہو اختلاف جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف اصول کی تعبیر اور ان کے لوازم ونتائج میں نظر آتا ہے اور اسی کے لیے آنحضرت ﷺ کا مطالبہ تھا کہ اصول وجزیات میں جو تناقض پیدا ہو گیا ہے لوگ اس کو دور کر لیں"(۴۵)

نبی اکرم ﷺ کی دعوتی زندگی میں وفود العرب کا مطالبہ نہایت اہمیت اور دلچسپی کا حامل ہے دورِ حاضر میں اس پہلو کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔ انہی میں سے ایک وفد کا حضور اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور آپ کا قدر مشترک کی نشاندہی کرنا، دعوتی حکمت عملی کی نشانہ ہی کرتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد قبیلہ ازد کا وفد صُرد بن عبداللہ کی قیادت میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اکرمؐ کو ان کی وضع قطع اور خوش کلامی پسند آئی دعوت پیش کرنے سے پہلے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم مؤمن ہیں۔ حضور اکرمؐ مسکرائے اور فرمایا کہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے اندر پندرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ باتیں ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں نے ہمیں ایمان لانے کی دعوت دی [ارکان ایمان] پانچ امور وہ جن پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے [ارکان اسلام] پانچ امور وہ ہیں جن پر زمانہ جاہلیت سے ہمہ کاربند ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ خوشحالی کے وقت شکر کرنا ۲۔ مصیبت پر صبر کرنا ۳۔ راضی برضائے الٰہی رہنا

۴۔ آزمائش کے وقت راستبازی پر قائم رہنا ۵۔ دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا

رسول اکرم ﷺ نے ان سے حکمت ودانائی کی باتیں سنیں تو ان کی تعریف فرمائی اور ان پر دوام کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تم لوگ تو بڑے حکیم وعالم نکلے تمہاری حکمت ودانش گویا انبیاء کی حکمت ودانش ہے، ان کے اندر مزید بھلائی کی ترغیب ہوئی۔ پانچ باتوں کی مزید نصیحت فرمائی تا کہ مجموعہ بیس کا ہو جائے۔ وہ یہ تھیں:

۱۔ ضرورت سے زیادہ مکان نہ بناؤ۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ اشیائے خورد ونوش جمع نہ کرو۔

۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

۵۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی (۴۶)۔

دیکھیے کس حکیمانہ انداز سے آپ نے پہلے سے خیر وبھلائی میں اضافہ فرمایا۔ نیز بجائے اس کے مبادیات کی دعوت دی جائے، جو خیر و بھلائی پہلے سے موجود ہے اسی پر بناء رکھی جائے۔ دعوت کے اس اسلوب کی ہر طبقہ میں ضرورت ہے۔

## د۔ موقع ومحل کا لحاظ:

دعوت دین حکمت کا دوسرا نام ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''ایک داعی کو اپنے گردوپیش کا پوری ہوشیاری ومستعدی کے ساتھ جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ دعوت کی تخم ریزی کے لیے کب کوئی موزوں موقع ہاتھ آتا ہے۔ جونہی وہ محسوس کرے کہ اس کے مقصد کے لیے کوئی موقع پیدا ہوگیا ہے۔ بغیر کسی توقف کے، اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

؎ امیر جمع ہیں احباب
دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دل
دوستاں رہے نہ رہے

موقع ومحل سے فائدہ اٹھانے کے لیے بہترین اسوۂ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے:

﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (۴۷)

''اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سے رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ ہی سب پر حاوی وغالب ہے۔''

اگر پورے واقعہ کو ذہن میں رکھا جائے کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس دو آدمی آتے ہیں۔ دونوں خواب دیکھتے ہیں اور تعبیر معلوم کرتے ہیں۔ قید خانہ کے آدمیوں کو ہر اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام ہی ایسے آدمی ان کو نظر آتے ہیں جن کی طرف اس غرض سے رجوع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حسنِ عقیدت واحترام کے جذبہ کے ساتھ اپنے خواب وہ ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس موقع پر یہ نہیں کرتے کہ انہیں خواب کی تعبیر بتا کر رخصت کر دیں یا ان کے جذبہ عقیدت سے فائدہ اٹھا کر ان پر اپنی شخصیت وبزرگی کا رعب جمانے کی کوشش کریں۔ پھر پیش کرنے کا انداز ایسا اختیار فرماتے ہیں کہ گویا سلسلہ سخن میں بات میں بات پیدا ہوگئی ہے نہ کہ قصد کر کے ایک بات کہنے کے لیے موقع پیدا کیا گیا ہے (۴۸)۔

حضورِ اکرم ﷺ نے جب اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اپنے اعزہ واقارب کو کھانے پر بلایا اور کھانے کے بعد جس انداز سے دعوت دی وہ موقع ومحل کی بہترین مثال ہے، ملاحظہ ہو:

''ان الرائد لا یکذب اهله' و الله لوکذ بتُ الناسَ جمیعاً ما کذبتم ولو غررتُ الناسَ جمیعاً ما غررتکم و الله الّذی لا اله اِلاّ هُوَ انی رسول الله الیکم خاصة والی الناس کافّة واللهِ لتموتنَّ کما تنومونَ ولتبعثنَّ کما تستیفظون و لتحاسبُنَّ بما تعملون و

لتجزوَنَ بالاحسانِ احساناً و بالسوءِ سواءً و انّها لجنة ابداً أو ناراً ابداً"(۴۹)

حضورِ اکرمﷺ کے اسوۂ مبارک میں بھی متعدد مثالیں ایسی ملتی ہیں جس میں آپ موقع ومحل سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ ایک گاؤں سے واپسی پر مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔لوگوں نے آپ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا۔وہاں چھوٹے کانوں والا ایک مردہ بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا،تم میں سے کون اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہم کسی بھی قیمت پر اس کو خریدنے کے لیے تیار نہیں۔ نبی اکرمﷺ نے یہ سن کر فرمایا: خدا کی قسم یہ بچہ تمہاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے، دنیا! اللہ کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے(۵۰)۔

اسی طرح یہ حدیث ملاحظہ کیجئے:

"متی الساعة یا رسول اللہ؟"

"اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟"

"ماذا أعدتَ لها؟"

"تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟"

"حب اللہ و رسولہٖ قال انتَ مَع من احببت"

"فرمایا اس کے لیے میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔تم نے جس سے محبت کی تم اسی کے ساتھ رہو گے"(۵۱)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"اس سے ایک حقیقت تو یہ سامنے آئی کہ جس طرح ایک کسان تخم ریزی کے لیے، گھات لگائے بارش کا انتظار کرتا ہے اسی طرح ایک داعی کو بھی اپنے گرد و پیش پر نظر رکھنی چاہیے کہ کب کسی کے دل کے اندر اس کے لیے وہ التفات پیدا ہوتا ہے جو اس کی دعوت کی تخم ریزی کے لیے فصل و موسم کا کام دے سکتا ہے۔اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کوئی اس طرح کا موقع میسر آجائے تو نہ اس کو ضائع کرنا جائز ہے اور نہ اس اعلیٰ مقصد کے سوا کسی اور غرض کے لیے اس کو استعمال کرنا جائز ہے"(۵۲)

## ھ۔مخاطب کی نفسیات کو مدنظر رکھنا:

مخاطب کی استعداد، ذہنی کیفیات کو ملحوظِ خاطر رکھنا بھی دعوت و تبلیغ کی حکمت میں سے ہے۔مولانا اصلاحی کے بقول:

''زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے بھی موسم ہوتے ہیں اور ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اسی طرح واقف ہو جس طرح ایک دہقان زمین کی فصل اور موسموں کو پہچانتا ہے (۵۳)۔

رسول اکرم ﷺ گفتگو، برتاؤ اور ہر چیز میں لوگوں کے مراتب اور ان کی نفسیات کا پورا خیال رکھتے۔ آپ کو مردم شناسی میں کمال حاصل تھا۔ ہر شخص کی خوبیوں اور اس کے کمزور پہلوؤں پر آپ ﷺ کی گہری نظر ہوتی۔ ہر شخص کے مزاج اور طبیعت کا گہرا مطالعہ کرتے۔ ہر معاملہ میں ان کے مزاج اور ساخت کا خیال رکھتے۔ آپؐ نے خود ارشاد فرمایا۔

**انزلو الناس منازلھم** (لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے لحاظ سے پیش آؤ۔)

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ سب سے افضل عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے تو آپ اُسے جواب دیتے ہیں کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے، دوسرا شخص یہی سوال کرتا ہے تو آپ اس کو سب سے افضل نماز بتاتے ہیں، تیسرا شخص سوال کرتا ہے تو اسے حسنِ اخلاق کی تلقین فرماتے ہیں، کسی کو فرماتے ہیں کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ہر واقف نا واقف کو سلام کرنا افضل عمل ہے۔ بظاہر ایک ہی طرح کے سوال کے جواب میں مختلف النوع جوابات عجیب طرح سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حقیقتاً ان جوابات میں مخاطب کی ذہنیت اور نفسیات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے (۵۴)۔

دعوتِ حق کے بعض مشکل تقاضے ہوتے اور بعض سہل۔ داعی کو آغاز ہی میں وہ تمام باتیں نہیں بیان کرنی چاہیں جن سے اکتاہٹ اور تنفر پیدا ہو۔ آپؐ نے فرمایا:

**"یسروا ولا تعسرو ابشروا ولاتنفروا"** (۵۵)

''آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوش خبری دو، لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔''

اسی طرح مخاطب کی کمزوریوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ داعی کو کسی حال میں بھی اپنے مخاطب کے اندر حمیت جاہلیت کے بھڑکنے کا موقع پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ مخاطب کے معتقدات و روایات کے بارے میں محتاط انداز بیان اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اندھی تقلید کے باعث بعض اوقات وہ بالکل غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ داعیان حق کو اسی چیز سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۵۶)

''اور تم گالی نہ دو ان لوگوں کو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ حد سے گزر کر بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔''

مخاطب کے معاشرتی و سیاسی مرتبہ کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کا غلط پندار بسا اوقات اسے حق بات کے سننے سے روک دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی پہلو سے ہدایت کی گئی تھی:

﴿اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (۵۷)

''فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ سرکش ہوگیا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔''

اسی اصول کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ کے پاس جب بھی قریش آتے تو آپ ﷺ ان کے مراتب، القابات کا لحاظ فرماتے۔ بالخصوص اگر مکتوبات نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ پہلو بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً

''بسم الله الرحمن الرحیم . من محمد رسول الله الی کسریٰ عظیم فارس ...... اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس''(۵۸)

''بسم الله الرحمن الرحیم. من عبدالله و رسوله الی المقوقس عظیم القبط...... فقولوا شهدوا بان مسلمین''(۵۹)

''بسم الله الرحمن الرحیم. من محمدٍ عبدالله و رسوله الی هرقل عظیم دوم......فقولوا شهدوا بانا مسلمین''(۶۰)

القابات کا انداز دیکھیے، پھر ہر بادشاہ کے عقیدے اور نظریے کے مطابق اسلام کی دعوت اور آیت کا انتخاب نفسیات و مزاج کا بہترین پاس ہے۔

## و۔ دعوت میں خدمتِ انسانی کا پہلو:

دعوت کا کام محض لفظی کام نہیں ہے بلکہ یہ عمل کا متقاضی ہے۔ مجرّد الفاظ کسی بھی انسان کو وقتی طور پر تو متاثر کرسکتے ہیں مگر دیرپا اثر مشکل ہوتا ہے۔ نسل انسانی سے ہمدردی، خدمت اور خیر خواہی وہ عمل ہے جو دل میں گھر کرلیتا ہے اور دعوت کو امر کردیتا ہے۔

آپؐ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کو تسلی دی:

''کلّا و الله لا یُخزِیکَ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق''(۶۱)

''بخدا آپ کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔''

خود آپ ﷺ نے مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا ہے۔

''الخلق کلهم عیال الله واجب الخلق الی الله من احسن الی عیاله''

مولانا سراج الدین ندوی لکھتے ہیں:

''آپ لوگوں سے کٹ کر نہ رہتے بلکہ ان میں گھل مل کر رہتے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، سفر میں ان کے ساتھ کھانا پکانے کے لیے لکڑیاں چنتے، مسجد کی تعمیر ہوتی تو آپ خود بھی پتھر چن چن کر لاتے، اپنے رفقاء کے غم اور خوشی کو اپنا غم اور خوشی سمجھتے، ان کے غم اور خوشی میں شریک ہوتے، ان کے دکھ درد کو بانٹ لیتے، مصیبت زدوں کا سہارا بنتے، پریشان حال لوگوں کی مدد کرتے، ٹوٹے دلوں کو جوڑتے، غم زدوں کے زخموں پر مرہم رکھتے، اپنے حسن سلوک اور سچی مسکراہٹوں سے لوگوں کے دکھوں کا مداوا کرتے'' (۶۲)

اگر افراد اور جماعتیں رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ خدمت کو مدنظر رکھیں تو دعوت میں استحکام پیدا ہوسکتا ہے۔ خدمت خلق ہی دعوت کا وہ متحرک پہلو ہے جو دوسروں کو نظر آتا ہے۔

## ذ۔ دعوت میں جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال:

ہمارے ہاں دعوت میں بالعموم یہ تصور پیدا ہوگیا ہے کہ دعوت چند لگے بندھے طریقوں کا نام ہے اور اس سے سرِ موانحراف نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے جدید ذرائع ابلاغ اور سائنسی ایجادات کے بارے میں وہ نقطۂ نظر ہے جس کے بارے میں علماء و دعاۃ احتراز کے نظریہ پر یقین رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی پہنچانا ہے۔ اسلامی روایت میں اسی مادہ سے لفظ تبلیغ ہے جو کسی اچھی بات اور بالخصوص دینی بات دوسروں تک پہنچانے کیلیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن نے بلاغ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے جو ابلاغ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے'' (۶۳)

ذرائع ابلاغ کی دو اقسام ہیں، مطبوعہ ذرائع (Print Media) جس میں کاغذ اور طباعت کا استعمال ہے۔ مثلاً اخبارات، رسائل اور کتب وغیرہ۔ دوسرے برقی ذرائع (Electronic Media) جن میں سمعی و بصری آلات شامل ہیں۔ بالخصوص ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا، کیبل سسٹم، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔

بلا شبہ ہر پہلو کے دو رخ ہوتے ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی۔ بنیادی طور پر ذرائع ابلاغ آلات کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کا مثبت یا منفی استعمال کا انحصار استعمال کرنے والے کے ذہن اور رویہ پر ہے۔ محض ان کو شیطانی آلات، قرار دے کر کنارہ کش ہو جانا اور ان آلات کو عالمِ کفر کے سپرد کر دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔

حکمت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان ذرائع کو ہم دعوت و تبلیغ میں بھرپور استعمال کریں۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے دور کے تمام ممکنہ ذرائع اور وسائل کو اختیار فرمایا ہے۔ مثلاً اعلانیہ دعوت کا آغاز کوہِ صفا پر فرمایا اور مروجہ طریقہ استعمال کیا۔ دعوت و تبلیغ کے لیے قبائل کے پاس تشریف لے گئے، میلوں ٹھیلوں میں بھی دعوت دی، سربراہان کو خطوط تحریر فرمائے، خطبہ حجۃ الوداع میں اونٹنی پر چڑھ کر خطبہ مرحمت فرمایا۔ بڑے مجمع میں آواز کے لیے مکبّرین کا تقرر فرمایا وغیرہ

وغیرہ۔ ان سب کی تفصیلات کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔

آج ہمیں بھی ان ایجادات سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ دعوت وتبلیغ میں سہولت اور آسانی بھی ہو اور اشاعتِ اسلام میں ترقی بھی۔

## عصر حاضر میں دعوتِ دین کے مؤثر اقدامات کی ضرورت:

عالم اسلام کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور پاکستان کی داخلی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے چند تجاویز وسفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱- پاکستان میں دعوۃ اکیڈمی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) کے کردار کو موثر بنایا جائے۔ اس کے قومی اور بین الاقوامی تربیتی اور دعوتی پروگراموں کو باقاعدہ کیا جائے۔

۲- جس طرح حکومت سعودیہ نے دعوۃ وارشاد کا مستقل محکمہ قائم کر رکھا ہے، جس کے تحت دعوتی سرگرمیوں کو منضبط کیا جاتا ہے اور دعوتی لٹریچر تیار کیا جاتا ہے، اسی طرز پر ایک مستقل محکمہ یا مستقل وزارت مرکز اور صوبوں کی سطح پر قائم کی جائیں۔

۳- علماء وسکالرز کا ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو پاکستان میں شائع ہونے والی ہر کتاب کا جائزہ لے۔ اگر کتاب میں اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام کے خلاف کوئی مواد ہو یا کسی عقیدہ اور شخصیت کے خلاف کوئی مواد ہو، اس کی جانچ پڑتال کی جائے اور طباعت میں متفقہ لٹریچر ہی سامنے لایا جائے۔

۴- پاکستان میں متعصب، متشدد اور انتہا پسند جماعتوں پر پابندی عائد کی جائے۔ کسی بھی درجہ میں مذہبی منافرت پھیلانے والی جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔

۵- معروف کے فروغ اور منکرات کے سدّباب کے لیے حکومتی ادارے اور میڈیا خواہ سرکاری ہو یا نجی، اپنا مثبت کردار ادا کرے۔

۶- دینِ اسلام میں یُسر اور وسعت کا جو پہلو ہے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی سیرت میں رحمت اور عفو ودرگزر کے پہلو کو نمایاں کیا جائے۔

۷- آئمہ وخطباء کی تربیت کا وسیع پیمانوں پر موثر طریقے سے اہتمام کیا جائے تاکہ عوام الناس کے سامنے اسلام کا حقیقی تصور اجاگر ہو سکے۔

## حواشی وحوالہ جات


۱- آرنلڈ، ٹی ڈبلیو The Preaching of Islam، اردو ترجمہ (دعوت اسلام، مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)، شعبہ تحقیق ومطبوعات، محکمہ مذہبی امور واوقاف، حکومتِ پنجاب، ۲۰۰۴ء، ص ۲۳

۲- بدھ مت اگرچہ مستقل مذہب بن گیا حالانکہ بنیادی طور پر یہ ہندو مذہب ومعاشرت کی اصلاح کا اقدام تھا۔ اسی طرح مسیح علیہ السلام کی تبلیغی و اصلاحی مساعی کے پس منظر میں بنی اسرائیل کی روایات وثقافت پوری طرح نظر آتی ہیں، مثلاً آپ کا یہ قول: میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا (عہد نامہ جدید، متی باب ۲۱-۳۵) نیز دیکھئے: سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۴/۱۸۸

۳- المدثر ۷۴: ۱-۳ ۴- المائدۃ ۴: ۶۷

۵- الشعراء ۲۶: ۳

۶- اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن (مترجم) کشمیر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، ۱۹۸۷ء، ۱/۳۴۴

۷- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ۹/۳۴۵

۸- المائدۃ ۵: ۶۷ ۹- النساء ۴: ۱۶۵

۱۰- الشعراء ۲۶: ۲۱۴ ۱۱- المدثر ۷۴: ۱-۲

۱۲- الاحزاب ۳۳: ۴۵-۴۶ ۱۳- ال عمران ۳: ۱۱۴

۱۴- الذاریات ۵۱: ۵۵ ۱۵- الغاشیۃ ۸۸: ۲۱

۱۶- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۳۷

۱۷- العصر ۱۰۳: ۱-۳

۱۸- خالد علوی، ڈاکٹر، انسانِ کامل، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵۶

۱۹- ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف و النھی عن المنکر، ۲/۳۹

۲۰- اصلاحی، امین احسن، دعوتِ دین اور اس کا طریقہ کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۳۳-۳۴

۲۱- البقرۃ ۲: ۱۴۳ ۲۲- مسلم، کتاب الایمان، بیان کون النھی عن المنکر، ۱/۵۰

۲۳- ترمذی، کتاب الفتن، ماجاء فی الأمر بالمعروف، ۴/۴۶۸

۲۴- ال عمران ۳: ۱۱۰ ۲۵- ال عمران ۳: ۱۰۴

۲۶- ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ۵/۴۰

۲۷- ایضاً، ۵/۱۲۷ ۲۸- بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۵/۴۰

۲۹- الانبیاء ۲۱: ۱۰۷ ۳۰- النحل ۱۶: ۱۲۵

۳۱- ایضاً ۳۲- ایضاً ص، ۱۹۱، ۱۹۲

۳۳- ایضاً ۳۴- مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، ۱/۵۸۱

۳۵- سیرۃ النبی ﷺ، حوالہ مذکور، ۴/۱۰۳ ۳۶- اخرجہ البخاری فی کتاب الزکاۃ، باب لاتوخذ کرائم اموال الناس

۳۷- اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریق کار، ص: ۸۲

۳۸- بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن ۳۹- سیرۃ النبی، حوالہ مذکور، ۴/ ۱۹۵

۴۰- البقرہ ۲:۲۵۶ ۴۱- الکہف ۱۸:۲۹ ۴۲- شوریٰ ۴۲:۴۸

۴۳- الغاشیہ: ۲۱-۲۲ ۴۴- ال عمران ۳:۶۴

۴۵- اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریق کار، ص ۱۲۹

۴۶- ابن قیم، زاد المعاد، بحوالہ طالب الہاشمی، وفودِ عرب بارگاہِ نبوی ﷺ میں، حرا پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۵-۱۱۶

۴۷- یوسف ۱۲:۳۹ ۴۸- اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریق کار، ص ۱۴۵-۱۴۶

۴۹- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ادارہ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ، ۲/ ۲۷

۵۰- صحیح مسلم، بحوالہ رسولِ خدا کا طریق تربیت از سراج الدین ندوی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۴

۵۱- ایضاً، ص ۳۴-۳۵ ۵۲- اصلاحی، امین احسن، دعوتِ دین اور اس کا طریقِ کار، ص

۵۳- ایضاً، ص ۱۲۳ ۵۴- رسولِ خدا کا طریق تربیت، ص ۲۴

۵۵- بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول، ۱/ ۲۵ ۵۶- الانعام ۶:۱۰۹

۵۷- طٰہٰ ۲۰:۴۳-۴۴ ۵۸- طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، ۲/ ۶۵۴

۵۹- السیرۃ الحلبیہ، ۳/ ۲۸۱، نیز دیکھیے رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۱۰۸

۶۰- مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۴۸۱

۶۱- صحیح بخاری، باب کیف کان بدء الوحی، ۱/ ۲، ۳، الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہ روایت صحیح بخاری کتاب التفسیر اور تعبیر الرویا میں بھی مروی ہے۔

۶۲- رسولِ خدا کا طریق تربیت، ص ۹۲، نیز دیکھیے محمد ہمایوں عباس، سماجی بہبود تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، مکتبہ جمال کرم، لاہور، ۲۰۰۴ء

۶۳- اسلام کا معاشرتی نظام، حوالہ مذکور، ص ۳۹۷